بین المذاہب ہم آہنگی سیرتِ طیبہ کے تناظر میں

(ایک تجزیاتی مطالعہ)

Interfaith Harmony in the Context of *Sirah-e Taiba*

(An Analytical Study)

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Muhammad Ishfaq
Arabic Teacher, ESE Department, KPK.
E-mail: ishfaqkiani88@gmail.com

Dr. Sada Hussain Alvi
Theology Teacher, ESE Department, KPK.
E-mail: aghaalvi@gmail.com

Abstract:

Human civilization and culture is based on globalization. All the Prophets (peace be upon them) taught peace, love and harmony to their nations during their times. It was full of barbarism, violence, narrow mindedness and religious hatred. The lives of those who converted to Islam were filled with misery and severe punishment for religious bigotry. In his biography, he not only emphasized on religious harmony but also eradicated narrow-mindedness and religious hatred. Religious hatred and narrow-mindedness were on the rise. It was pointed out that what attitude should a Muslim take towards the followers of other religions and sects in the society so that the society could possess higher moral values than the Holy Prophet?

No other personality can do that. If you look at the current world situation It is clear that the whole of humanity is mired in the mire of violence, hatred and religious extremism, and that religious extremism has diverted humanity from the path of moderation. Therefore, in view of these difficult circumstances, In the present research, keeping in view the Sira of Tayyiba, we will examine different situations and events, how we can benefit from his teachings and play our role in building a peaceful society.

Keywords: Interfaith, Harmony, Seerah, Tolerance.

خلاصہ

انسانی تہذیب و تمدن کی بنیاد گلوبلائزیشن پر ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنے دور میں اپنی قوموں کو امن، محبت اور ہم آہنگی کا درس دیا۔ یہ دَور بربریت، تشدد، تنگ نظری اور مذہبی منافرت سے بھرا ہوا تھا۔ اسلام قبول کرنے والوں کی زندگی مصائب سے بھری ہوئی تھی اور مذہبی تعصب کی سخت سزا تھی۔ انہوں نے اپنی سوانح حیات میں نہ صرف مذہبی ہم آہنگی پر زور دیا بلکہ تنگ نظری اور مذہبی منافرت کو بھی ختم کیا۔ مذہبی منافرت اور تنگ نظری عروج پر تھی۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ ایک مسلمان کو معاشرے میں دیگر مذاہب اور فرقوں کے ماننے والوں کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے تاکہ معاشرہ رسول سے اعلیٰ اخلاقی اقدار کا حامل ہو؟ کوئی دوسری شخصیت ایسا نہیں کر سکتی۔ موجودہ عالمی حالات پر نظر دوڑائیں تو واضح ہوتا ہے کہ پوری انسانیت تشدد، نفرت اور مذہبی انتہا پسندی کی دلدل میں دھنسی ہوئی ہے اور مذہبی انتہا پسندی نے انسانیت کو اعتدال کی راہ سے ہٹا دیا ہے۔ لہٰذا ان مشکل حالات کے پیش نظر موجودہ تحقیق میں سیرت طیبہ کو مد نظر رکھتے ہوئے مختلف حالات و واقعات کا جائزہ لیں گے کہ ہم ان کی تعلیمات سے کس طرح مستفید ہو سکتے ہیں اور ایک پر امن معاشرے کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

کلیدی کلمات: بین المذاہب، ہم آہنگی، سیرت، رواداری۔

بین المذاہب ہم آہنگی کے بنیادی مفاہیم کی وضاحت

بین المذاہب ہم آہنگی کی اصطلاح ہی سے اس کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ تمام مذاہب کے مابین امن و آشتی اور صلح و محبت کی فضا کا قائم کرنا اور امن و سکون لانا اور لوگوں کے درمیان مثبت انداز میں فروغ دینا۔ بین المذاہب ہم آہنگی زندگی جینے کی ترغیب دیتی ہے اور اسی کی بدولت تمام مذاہب کے ماننے والے امن و سکون سے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ بین المذاہب ہم آہنگی کا مقصد مذاہب کے مابین ہم آہنگی ہے۔ ہم بین المذاہب ہم آہنگی کے ذریعہ دوسروں کو محبت، انصاف اور ہمدردی کا درس دے سکتے ہیں۔ بین المذاہب ہم آہنگی جیو اور جینے دو کی پالیسی کے تصور کو جنم دیتی ہے۔

بین المذاہب ہماہنگی کے ثمرات و فوائد

بین المذاہب ہم آہنگی ہی کے ذریعہ مختلف مذہبی عقائد کے پیروکاروں کے مابین معاشی عدم توازن اور پر امن بقائے باہمی کو ممکن بنایا جا سکتا ہے اور بین المذاہب ہم آہنگی ہی ایک ایسا آلہ ہے کہ جو امن اور خوشحالی کے لئے آگے بڑھنے کا راستہ ثابت ہو سکتا ہے۔ بین المذاہب ہم آہنگی جتنی مضبوط ہو گی اُسی قدر ہم ترقی یافتہ ہوں گے۔ انسانی

تاریخ میں بین المذاہب ہم آہنگی ہمیشہ سے ہی ترقی اور خوشحالی کے لئے اہمیت کی حامل رہی ہے۔ جن معاشروں میں مختلف مذاہب اور عقائد کے ماننے والوں کے درمیان ہم آہنگی تھی، وہاں انسانی فلاح و بہبود کی پیش قدمی تھی۔ بین المذاہب ہم آہنگی کا موضوع ہمارے معاشرے کے حساس موضوعات میں سے شمار ہوتا ہے کہ جس سے صرفِ نظر نہیں کی جاسکتی ہے لیکن بدقسمتی سے اس موضوع پر بات کرنے سے ہر کوئی گریزاں دکھائی دیتا ہے۔

بین المذاہب ہم آہنگی کے بغیر معاشرے میں مذہبی آزادی کا حصول تقریباً ناممکن ہے۔ اگر ایک عقیدہ رکھنے والا گروہ دوسرے گروہ کے عقائد و نظریات کو برداشت نہیں کرتا تو اس گروہ کے ارکان بغیر کسی خوف کے کیسے عبادت کر سکتے ہیں؟ لہٰذا بین المذاہب ہم آہنگی کی خواہش مذہبی آزادی کے حصول کے لئے ایک اہم مقصد ہے۔ بین المذاہب مصروفیت لوگوں کو عقیدے اور نظریاتی خطوط پر متحد کرتی ہے اور باہمی اعتماد، مشترکہ اقدار اور افہام و تفہیم کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ مذہبی آزادی اور رواداری ایک بہتر دنیا کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ زمین پر پانچ میں سے چار لوگ اپنے آپ کو کسی نہ کسی مذہبی روایت سے ہم آہنگ کرتے ہیں۔ اور روایت کے ساتھ موافقت نہ کرنے کا فیصلہ کرنے کے قابل ہونا بھی ایک اہم آزادی ہے۔ مذہبی تعلیمات اور عقائد پوری دنیا کے لوگوں کی اقدار، اعمال، انتخاب اور خیالات کو متاثر کرتے ہیں۔

بین المذاہب ہماہنگی کے بنیادی عناصر

مذہبی ہم آہنگی کے جدید تصور کی تعمیر اور فروغ ضروری ہے تاکہ درپیش چیلنجز کا مقابلہ کیا جاسکے۔ عالمگیریت کی دنیا میں مذہبی تنوع اور اختلافات کو تسلیم کرنے کی بنیاد پر تمام مذاہب بات چیت کے ذریعہ باہمی افہام و تفہیم اور ہمدردی کو بڑھانا چاہیے۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے ذریعہ امن اور انصاف کو برقرار رکھنا، اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینا مذہبی طبقہ اور وسیع تر معاشرہ کے اصول کو فروغ دینا ضروری ہے۔ یکسانیت" اور ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھیں اور مشترکہ طور پر سماجی ذمہ داریوں کو نبھائیں اور مذہبی انتہاپسندی سے خود کو بچانا چاہیے۔ بین الثقافتی اور کثیر المذہبی معاشروں میں تنازعات کی روک تھام اور سماجی امن کے قیام کے لئے مذہبی مکالمے کو ایک عامل کے طور پر سمجھنے کے بارے میں عوامی بیداری میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک طویل عرصے سے، مذہب پر بحث اس خیال کی خصوصیت تھی کہ مغربی معاشروں کی بڑھتی ہوئی سیکولرازم عوامی جگہوں سے مذہب کو بتدریج ہٹانے کا باعث بنے گی۔ تاہم، پچھلی دہائی نے امن کی تعمیر کے لئے ایک عامل کے طور پر عوامی بحث میں مذہب کو واپس کیا۔

ایک واضح حقیقت ہے کہ عملاً مختلف اقسام کے مذہبی گروہ پائے جاتے ہیں کہ جن کے عقائد و نظریات آپس میں ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہیں۔ پس ایسے گروہوں کے مابین مذہبی رواداری اور ہم آہنگی کیسے ممکن ہو گی۔

اس مسئلہ کا ایک حل تو یہ ہے کہ اس بات کا یقین کیا جائے کہ تمام مذاہب بنیادی طور پر ایک ہی ہیں اور یہ تمام کے تمام مختلف راستوں کے ایسے راہی ہیں کہ جن تمام کی منازل ایک ہی ہیں لیکن دینِ اسلام اس نظریہ کو قبول نہیں کرتا اور یہ بات تجربات سے ثابت ہے کہ اس طریقے سے ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے کی جانے والی کوششیں اکثر ناکام رہی ہیں۔ چنانچہ بادشاہ اکبر نے بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے لئے ہی ایک خود ساختہ مذہب "دینِ الٰہی" کی بنیاد رکھی لیکن وہ بُری طرح ناکام ہوا۔ بین المذاہب ہم آہنگی جیسے اہم موضوع پر دینِ اسلام کا نقطہ نظر اہم اور حقائق پر مبنی ہے کیونکہ دین اسلام نظریاتی اختلافات کو قبول کرنے کے بعد ایک دوسرے کے لئے رواداری اور نرم گوشہ رکھنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہوتا ہے۔

اسلام اور بین المذاہب ہم آہنگی

دینِ اسلام کی نگاہ میں ہم آہنگی کا اصول ایک ایسا اصول ہے کہ جس کی افادیت تاریخی ہے اور ماضی میں جب کبھی بھی مذہبی رواداری موجود رہی ہے اُس کی بنیاد اتحاد پر تھی نہ کہ اختلافات پر۔ اگرچہ دینِ اسلام حقیقت کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہے لیکن روزمرہ کے معاملات میں یہ رواداری کے عمل پر یکساں زور دیتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں رواداری کا اصول مسلسل رہا ہے۔ اس تاریخی حقیقت کے پیش نظر یہ بات واضح ہے کہ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان ہم آہنگی کو فروغ دینے کے حوالے سے اسلام نے جو تجاویز پیش کی ہیں وہ واحد قابل عمل حل ہے۔ کوئی بھی متبادل تجویز، خواہ وہ کتنی ہی پرکشش نظر آئے، یا تو ناقابل عمل یا غیر نتیجہ خیز ہوگی۔

بین المذاہب ہم آہنگی اور مذہبی رواداری کی اہمیت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے اور دنیا میں جب کبھی بھی مذہبی رواداری اور ہم آہنگی کی بات ہوئی تو دینِ مبینِ اسلام کے نظریات اور آراء ہی کو برتری ملی کیونکہ مذاہب کے مابین امن و آشتی اور رواداری کے لئے جو کردار اسلام نے ادا کیا وہ شاید ہی کسی اور مذہب نے ادا کیا ہو۔ محسنِ انسانیت حضرت محمد ﷺ کی سیرت سے ہم آہنگی اور رواداری کی جو مثالیں ملتی ہیں وہ دنیا کے کسی اور مصلح کی تعلیمات میں موجود نہیں ہیں۔ اس حقیقت سے چشم پوشی ممکن نہیں ہے کہ مذاہبِ عالم کے درمیان بے شمار بنیادی اختلافات پائے جاتے ہیں کہ جن کو مطالعہ مذاہب سے جانا جا سکتا ہے۔ ہم آہنگی اور رواداری کے بارے میں دین اسلام کا موقف بڑا واضح ہے کہ یہی وہ دین ہے کہ جو صدیوں سے الٰہی دین کے طور چلا آرہا ہے اور اسی دین کی تعلیمات تمام الٰہی نمائندے پیش کرتے رہے لیکن مرورِزمان کے ساتھ ساتھ ان تعلیمات میں تحریفات ہوتی چلی گئیں۔ بالآخر یہی دین پیغمبر آخر الزمان ﷺ پر دوبارہ نازل ہوا اور آپ ﷺ کو اس سلسلہ کی آخری اور حتمی کڑی شمار کیا گیا اور آپ ﷺ پر ایسی کتاب نازل کی گئی کہ جو قیامت تک کے لئے دائمی اور ابدی ہدایت کا ذریعہ بن گئی اور یہی وہ واحد آسمانی کتاب ہے کہ جو مکمل طور پر محفوظ و مصون ہے۔ قرآن مجید ایسی

لاریب اور بے عیب کتاب ہے کہ جس کی تفسیر خود پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت اور سنت سے ہوتی ہے اور تمام تر دنیاوی اور اخروی بھلائیاں صرف اسی کتاب پر عمل کرنے سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ اس بات کی وضاحت قرآن مجید میں یوں کی گئی ہے کہ:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (158:7)

ترجمہ: "فرمادیں کہ اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

پھر ارشاد ہوا کہ:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (28:34)

ترجمہ: "ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔"

آنحضرت ﷺ پر سلسلہ نبوت و رسالت کے خاتمہ کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا کہ:

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (40:33)

ترجمہ: "محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔"

پھر تمام بنی نوعِ انسان کو آپ ﷺ پر صدقِ دل سے ایمان لانے کی دعوت دی گئی اور اسی کو خیر کہا گیا ہے اور سرکشی کرنے والوں کے لئے نقصان کا اعلان یوں کیا گیا ہے کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِن رَّبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ وَإِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (170:4)

ترجمہ: "اے لوگو! تمہارے پاس رسول ﷺ تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر آیا ہے۔ پس تم (اس پر) ایمان لاؤ، اسی میں تمہاری بہتری ہے لیکن اگر کفر کرو گے تو (یاد رکھو) کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

مذاہب کے بنیادی عقائد و نظریات کے انسانی زندگیوں پر بڑے اثرات ہوتے ہیں کہ جن سے انسان اپنے لئے زندگی گزارنے کے رہنما اصول مقرر کرتا ہے اور پھر انہی اصولوں کے مدِ نظر اپنی ساری زندگی گزارتا ہے۔ دنیا میں موجود تمام مذاہب میں بجا لانے والی عبادات اُس مذہب کے پیروکاروں کے عقائد و نظریات کے تابع ہوتی ہیں۔ عقیدہ ہی کی بنیاد پر معاشرہ اور اس میں موجود تمام رسوم و رواج، لین دین، اخلاقیات، قوانین و ضوابط اور حقوق و فرائض کے معیارات مقرر ہوتے ہیں کہ جن کا دوسرا نام شریعت ہے۔ مذہب ہی کی بدولت ہر شخص کو ایک خاص پہچان عطاء ہوتی ہے اور ہر شخص دوسرے سے منفرد نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

تمام نمائندوں کو اپنے پیغام کی صورت میں اپنی شریعت اور قانون بھی دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری الہامی کتاب قرآن مجید میں بعض مقامات پر دیگر الہامی کُتب میں موجود بعض قوانین اور ضوابط کا ذکر بھی کیا گیا ہے کہ جو مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کو دیئے گئے تھے اور جن پر کار بند رہنے کا اُن انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد لیا گیا تھا۔ پیغمبر آخر الزمان ﷺ سے پہلے والے الٰہی نمائندوں کو دی جانے والی شریعتیں انہی کے دور، ماحول اور وقت کے لئے تھیں اور آپ ﷺ کی آمد کے ساتھ ہی وہ پہلی شریعتیں منسوخ ہو گئیں اور اُن پر عمل پیرا ہونے سے روک دیا گیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ:

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (18:45)

ترجمہ: "ہم نے آپ کو دین کے معاملہ میں شریعت دے دی ہے۔ اب آپ اس کی اتباع کریں اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلیں جو جانتے نہیں ہیں۔"

چونکہ دینِ اسلام دعوت و تبلیغ کا دین ہے اور دعوت و تبلیغ کی بنیاد مکالمہ بین المذاہب پر ہے اور مکالمہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو دین کی دعوت دینے کا دوسرا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ بین المذاہب مکالمہ کی ایسی عظیم بنیاد رکھی کہ جو فراموش کرنے کے قابل نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے مکالمہ کا آغاز اپنی ذاتی زندگی سے فرمایا اور اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے بہت سے عملی نمونے بھی قائم فرمائے۔ اپنے ماننے والوں کو مختلف زبانیں سیکھنے کا حکم دیا تاکہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں سے تبادلہ خیالات کیا جاسکے اور اُن کے سوالات اور خطوط وغیرہ کے مناسب جوابات دیئے جاسکیں اور اُن کے نظریات کو رد کیا جاسکے لہٰذا اس سلسلہ میں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے کہ:

فتعلمت کتابهم ما مرت بی خمس عشرة ليلة حتی حذقتة و کنت اقراء له کتبهم اذا کتبوا اليه واجيب عنه اذا کتب۔[1]

ترجمہ: "پس میں نے اُن کی زبان (سریانی) میں لکھنا سیکھ لیا۔ ابھی پندرہ دن نہیں گزرے تھے کہ میں اس میں ماہر ہو گیا اور جب یہود کا کوئی خط آپ ﷺ کی بارگاہ میں آتا تو میں آپ ﷺ کو پڑھ کر سنا دیتا اور اس کا جواب بھی لکھتا۔"

سیرتِ طیبہ اور بین المذاہب ہم آہنگی

سیرتِ طیبہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ جب بھی دیگر مذاہب کے لوگوں کو پکارتے تھے تو آپ ﷺ نے اُن کے لئے اہلِ کتاب کی اصطلاح مقرر فرما رکھی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کی یہ حتمی کوشش ہوا کرتی تھی کہ مسائل و مشکلات کا حل مل بیٹھ کر، امن و آشتی اور صلح سے نکالا جائے اور کسی بھی

موقع پر جنگ و جدال سے اجتناب برتی جائے۔ اس سلسلہ میں قرآنی حکمتِ عملی بھی یہی ہے کہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھا جائے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْاْ إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلاَّ نَعْبُدَ إِلاَّ اللّهَ وَلاَ نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلاَ يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللّهِ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَقُولُواْ اشْهَدُواْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (3:64)

ترجمہ: "فرمادیجئے کہ اے اہلِ کتاب! ایسے کلمہ کی طرف آؤجو ہم میں تم میں یکساں ہے یہ کہ عبادت نہ کریں مگر خدا کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنالے اللہ کے سوا۔"

نبی اکرم ﷺ کو جو دین دے کر بھیجا گیا وہ ہر لحاظ سے کامل اور جامع دین ہے اور آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ بھی انتہائی جامع تھی یہی وجہ ہے کہ گذشتہ تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کے سارے کمال اور خوبیاں آپ ﷺ کی سیرت میں بدرجہ اتم موجود تھیں اسی لئے آپ ﷺ کی سنت کو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے اسوہ حسنہ اور نمونہ عمل بنادیا گیا۔ اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَلَسَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَنْتَظِرُونَهُ قَالَ فَخَرَجَ حَتَّى إِذَا دَنَا مِنْهُمْ سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُونَ فَسَمِعَ حَدِيثَهُمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ عَجَبًا إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ اتَّخَذَ مِنْ خَلْقِهِ خَلِيلاً اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً. وَقَالَ آخَرُ مَاذَا بِأَعْجَبَ مِنْ كَلاَمِ مُوسَى كَلَّمَهُ تَكْلِيمًا وَقَالَ آخَرُ فَعِيْسَى كَلِمَةُ اللهِ وَ رُوحُهُ. وَقَالَ آخَرُ آدَمُ اصْطَفَاهُ اللهُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ وَقَالَ" قَدْ سَمِعْتُ كَلاَمَكُمْ وَعَجَبَكُمْ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلُ اللهِ وَهُوَ كَذَلِكَ وَمُوْسَى نَجِيُّ اللهِ وَهُوَ كَذَلِكَ وَعِيْسَى رُوحُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ وَ هُوَ كَذَلِكَ وَآدَمُ اصْطَفَاهُ اللهُ وَهُوَ كَذَلِكَ أَلاَ وَأَنَا حَبِيْبُ اللهِ۔[2]

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چند صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپ ﷺ تشریف لائے جب اُن کے قریب پہنچے تو انہیں کچھ گفتگو کرتے ہوئے سُنا ان میں سے بعض نے کہا کہ تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، دوسرے نے کہا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلیم اللہ ہونے سے زیادہ تعجب خیز تو نہیں ہے، ایک اور نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور روح ہیں، کسی اور نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چُن لیا، حضور نبی کریم ﷺ اُن کے پاس تشریف لائے، سلام کیا اور فرمایا: مَیں نے تمہاری گفتگو اور اظہار تعجب سنا کہ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ ہیں، بے شک وہ ایسے ہی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں بے شک وہ ایسے ہی ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمتہ اللہ ہیں، واقعی وہ اسی طرح ہیں، حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چُن لیا وہ بھی یقیناً ایسے ہی ہیں۔ سُن لو میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں۔"

آپ ﷺ کے اوصافِ حسنہ اور اخلاقیات کو اٹھارویں صدی کے نامور محقق و مستشرق اور تاریخ دان لیمرٹین (Lamartine) یوں بیان کرتے ہیں:

> "Philosopher, orator, apostle, legislator, warrior, conqueror of ideas, restorer of rational dogmas; the founder of twenty terrestrial empires and of one spiritual empire, that is Muhammad. As regards all standards by which human greatness may be measured, we may ask, is there any man greater than he".[3]

یعنی: "فلاسفر، مقرر، رسول، قانون دان، جنگجو، ذہنوں کو فتح کرنے والے، حکمت کے اُصول قائم کرنے والے، بیس دنیوی سلطنتوں اور ایک روحانی سلطنت کے بانی یہ سب کچھ تھے حضرت محمد ﷺ وہ تمام معیار جن سے انسانی عظمت کا پتہ لگایا جاسکتا ہے، ان کے لحاظ سے ہم بجا طور پر یہ سوال کر سکتے ہیں کیا اس محمد ﷺ سے عظیم تر بھی کوئی انسان دنیا میں ہیں۔"

آپ ﷺ کی سیرت اور سنت پر عمل پیرا ہونے اور آپ ﷺ کے دیئے ہوئے پیغام سے منسلک ہونے کے لئے خداوندِ عالم نے حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں کو اُنہی کے نبی کی زبانی خوشخبری ان الفاظ میں سنائی کہ ارشاد ہوا کہ:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَن تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُم بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (19:5)

ترجمہ: "اے اہلِ کتاب! بے شک تمہارے پاس ہمارے وہ رسول ﷺ تشریف لائے کہ جو تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ کبھی کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یہ حضور اکرم ﷺ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں۔"

حصولِ اقتدار کے بعد بھی آپ ﷺ نے دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا اور آپ ﷺ اپنے رویے میں تبدیلی نہیں لائے۔ آپ ﷺ نے پھر بھی اُن سے کئی ایک تاریخی معاہدے کئے اور اُن کے ساتھ تعلقات اور مراسم پہلے کی طرح جاری و ساری رکھے۔ کوئی مسلمان کسی مشرک اور کافر کے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت نہیں کھا سکتا اور نہ ہی کسی مشرک اور کافر خاتون سے عقدِ نکاح کر سکتا ہے لیکن ان تمام احکامات کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے اہلِ کتاب کا ذبح کردہ جانور اور اہلِ کتاب خاتون سے عقدِ نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں ارشادِ الٰہی ہوتا ہے کہ:

وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ (5:5)

ترجمہ: "اور کتابی کافروں کا کھانا تمہارے لئے حلال ہوا اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پارسا عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں ان (اہلِ کتاب) میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی۔"

یہ دینِ اسلام کا طُرہ امتیاز ہے کہ کتابی کے ذبح شدہ جانور اور کتابی عورت سے نکاح کو جائز قرار دیتا ہے بالکل ایسے ہی کہ جیسے گذشتہ تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام نے پیغمبر آخرالزمان ﷺ کی خوشخبری اپنے پیروکاروں کو دی اور بالکل ایسے ہی کہ جیسے آپ ﷺ نے تمام گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تصدیق فرمائی اور اُن کے پیش کئے گئے ادیان کو سچا جانا۔ دینِ اسلام نے ہمیشہ امن، آشتی، محبت، بھائی چارے اور رواداری کا درس دیا ہے اور اسلام نے دیگر تمام مذاہب کو برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کا ادب و احترام کرنے کا حکم بھی دیا ہے مکالمہ بین المذاہب کی دین اسلام میں نہ صرف اجازت ہے بلکہ یہ پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت اور سنت بھی ہے۔ صلح حدیبیہ مکالمہ بین المذاہب کی ایک عظیم مثال ہے جو کہ ایک معاہدہ ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ آئے تو یہاں اُس وقت بنو قریضہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع نامی تین بڑے قبائل پہلے سے موجود تھے۔آپ ﷺ نے مدینہ منورہ آمد کے بعد ان قبائل سے مختلف معاہدے اور مالی معاملات طے فرمائے۔ اس پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ:۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے کسی یہودی سے کھانے کی کوئی چیز خریدی اور اُس کے پاس زرہ رہن رکھی۔[4] جب آپ ﷺ نے خیبر کو فتح کیا تو خیبر کے یہودیوں کی درخواست پر انہیں کاشت کاری کی اجازت دے دی اور جب فصل کو کاٹنے کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو وصولی کے لئے بھیجا آپ ﷺ نے اُس وقت کی جو فصل (کھجوریں) تھی دو حصوں میں برابر تقسیم فرمائی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں ہمارے حصہ سے زیادہ دے رہے ہیں کیونکہ ان کے اپنے اصول کے مطابق ان کا حصہ آدھا نہیں بنتا تھا بلکہ اس سے بھی کم لیکن حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں ضرور آدھی ہی ملیں گی کیونکہ تم سے معاہدہ اسی طرح ہوا تھا۔[5]

اس روایت سے پیغمبر اکرم ﷺ کے دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ لین دین کے معاملات میں موجود تعلقات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کی نظر میں آقا و غلام اور رنگ و نسل کا کوئی لحاظ نہ تھا اور آپ ﷺ کے لئے عدل و انصاف کے حصول میں اپنے پرائے سب برابر تھے اور آپ ﷺ سب کی ایک جیسی مدد فرماتے تھے۔[6] آپ ﷺ کی سیرت طیبہ ﷺ سے اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ عدل و انصاف کی ایسے روشن مثالیں ملتی ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہونا کسی اور ہستی کے لئے ممکن ہی نہیں۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت سے کچھ ایسی

مثالیں بھی ملتی ہیں کہ آپ ﷺ اپنی زندگی میں کئی بار دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ ایسی ہی ایک روایت بخاری شریف میں موجود ہے کہ آپ ﷺ ایک مرتبہ عبدوس نامی یہودی کی بیماری کی حالت میں اُس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اُس کی بیماری میں اُس کی احوال پُرسی کی۔ [7]

پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی حیاتِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی پوری زندگی دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے مابین رواداری اور ہم آہنگی کو ششوں میں گزر گئی۔ ایسی ہی ایک روایت ابنِ کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں ذکر کی ہے کہ ایک مرتبہ علاقہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ اُن کی عبادت کا وقت تھا، اُنھوں نے مسجدِ نبوی میں عبادت کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ چنانچہ روایت ملاحظہ ہو کہ:

قال ابن اسحاق و حدثنی محمد بن جعفر بن الذبير قال: لما قدموا على رسول اللهﷺ المدينه فدخلو عليه مسجده حين صلى العصر، عليهم ثياب الحبرات جبب و اردیه فی جمال رجال بن الحارث كعب قال:يقول بعض من رآهم من اصحاب النبیﷺ يومئذ ما رائینابعدهم وفدا مثلهم وقد حانت صلاتهم، فقاموا فی مسجد رسول اللهﷺ يصلون: فقال رسول اللهﷺ دعوهم، فصلوا الى المشرق [8]

ترجمہ: "جب وہ مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت حضور ﷺ عصر کی نماز ادا کر چکے تھے۔ یمنی کپڑوں میں ملبوس، قبائیں اور چادریں لپیٹے ہوئے، کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں دیکھ کر کہا کہ ہم نے ان جیسا وفد نہیں دیکھا۔ ان کی نماز کا وقت ہو گیا وہ اٹھے اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو، اُنھوں نے مشرق کی طرف رُخ کرکے نماز ادا کی۔

فتح مکہ کا موقع ایک ایسا موقع تھا کہ اگر رحمتِ عالم ﷺ اپنے خود پر ہونے والے تمام مظالم کا بدلہ لینا چاہتے تو آپ ﷺ باآسانی بدلہ لے سکتے تھے اور اس موقع پر بدلہ لینے کی صورت میں آپ ﷺ کو اور دیگر مسلمانوں کو کسی نے غلط بھی نہیں کہنا تھا کیونکہ بدلہ لینا ایک جنگی حربہ شمار ہو کر تاریخ کے اوراق میں گم ہو جاتا لیکن اس موقع پر بھی آپ ﷺ نے خود پر اور اپنے جانثار ساتھیوں پر ہونے والے مظالم کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سب کے لئے عام معافی کا اعلان کیا جو کہ تاریخ کی نظر میں ایک انوکھے بدلے کے طور پر ہمیشہ سنہری حروف کی صورت میں لکھا جائے گا۔"

سیرت طیبہ میں بین المذاہب ہم آہنگی کے عملی نمونے

دورِ حاضر میں تنگ نظری اور دہشت گردی بالخصوص مذہبی دہشت گردی کی بدولت ہمارے معاشرے میں بے پناہ فتنے اور فساد جنم لے رہے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں موجود دیگر مذاہب و ادیان اور مختلف تہذیب و

ثقافت رکھنے والوں کے ساتھ رحمتِ عالم ﷺ کے پیروکاروں کو کیسا رویہ اختیار کرنا چاہیئےاور ہمارے معاشرے کے غیر مسلموں کے ساتھ آپ ﷺ کی سیرت کے مطابق کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیئے کہ جس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ اعلیٰ انسانی اور اخلاقی اقدار کا حامل ہو سکے اور اس میں مذہبی منافرت اور عدمِ برداشت کی حوصلہ شکنی ہو تاکہ ہم ترقی پذیر سے ترقی یافتہ ہونے کا سفر باآسانی طے کر سکیں کیونکہ اگر کسی معاشرے میں مذہبی منافرت اور مذہبی عدمِ برداشت موجود ہو تو اُس معاشرے کی تباہی کے لئے یہی دو چیزیں کافی ہیں۔ ذیل میں ہم سیرتِ رحمتِ عالم ﷺ سے کچھ واقعات اور دیگر مذاہب کی مذہبی عدمِ برداشت کی چند ایک مثالیں اور اُن پر آپ ﷺ کے طرزِ عمل اور رویے کا جائزہ لیں گے۔

1 :۔ایک واقعہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ جن کا سیاہ فام ہونے کی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں کوئی مقام و مرتبہ نہ تھا اور وہ غلامانہ زندگی بسر کر رہے تھے کہ جب اُن کے دل میں نورِ اسلام کی شمع روشن ہوئی تو اُن کا شمار "السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ" (100:9) یعنی ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے ہونے کا شرف حاصل ہوا لیکن قانونِ قدرت ہے کہ رتبہ اور عہدہ جتنا بڑا ہوتا ہے مصائب و آلام اور تکالیف بھی اُسی قدر زیادہ اور سخت ہوتی ہیں لہٰذا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دینِ اسلام کے راہی بننے کی وجہ سے آپ کے مالک امیہ بن خلف نے شدید مذہبی تشدد اور تعصب کا نشانہ بنایااور آپ پر ایسے مظالم کئے کہ جو تاریخ انسانیت کے لئے سیاہ اوراق کی صورت اختیار کر گئے۔

2 :۔حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ مرد تھے لہٰذا آپ نے خود پر ہونے والے مظالم کو بڑی دلیری سے قبول کیا لیکن دورِ جاہلیت کے جاہلوں نے اسلام دشمنی میں نہ صرف مردوں کو مذہبی تشدد کا نشانہ بنایا بلکہ اسلام لانے والی خواتین کا بھی ان درندوں نے اپنے قہر و غضب کا نشانہ بنایا کہ جن خواتین میں سے ایک حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ابھی اسلام قبول کئے کچھ دن ہی ہوئے تھے کہ مکہ کے کافروں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کے اہلخانہ اپنے ظلم و بربریت کا نشانہ بنایا اور آہستہ آہستہ اس رویے میں شدت آتی چلی گئی یہاں تک کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شہید کر دیا گیا۔

3 :۔زمانہ جاہلیت کے اُس بے رحم معاشرے میں کہ جہاں مردوں اور خواتین کو ظلم و بربریت کا نشانہ بنایا جاتا رہا وہیں پر غلاموں، کنیزوں اور لونڈیوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جاتا رہا یہاںتک کہ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ ایک غلام ہونے کی وجہ سے بے سہارا اور بے آسرا تھے۔ شرک و جہالت اور بت پرستی کے اُس دور میں جب ایک عام غلام حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلمہ توحید پڑھا تو مکہ کے سارے ابو جہل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور ظلم و بربریت کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ جن کے

بارے فقط سوچ لینے سے ہی رونگٹھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام لانے کی پاداش میں برہنہ کرکے دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا جاتا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ پر کبھی ایک بھاری بھرکم پتھر رکھ کر ایک شخص مسلتا رہتا اور کبھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت لوہے کی زرہ پہنا کر عرب کی تپتی دھوپ میں لٹا دیا جاتا۔ سورج کی گرمی اور زرہ کی تپش سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم جلتا رہتا۔ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسی ظلم و بربریت مسلسل سہتے رہے اور حرارت کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم کباب ہوتا رہتا لیکن یہ تمام مظالم بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارادوں کے متزلزل نہ کر سکے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتہائی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

تاریخ کے سیاہ اوراق پر موجود ایسی کئی اور عدمِ برداشت کی داستانیں موجود ہیں۔ رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے طرزِ عمل اور اخلاقیات و کردار سے اسی جاہل معاشرے کو ایسے تبدیل کیا کہ وہی معاشرہ بنی نوعِ انسان کے لئے قابلِ تقلید بن گیا۔

آنے والی بحث میں آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مذہبی رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کا ایک مختصر جائزہ لیا جائے گا اور اس میں پیغمبر اکرم ﷺ کے اُس طرزِ عمل کا مطالعہ کیا جائے گہ کہ جو آپ ﷺ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ اختیار فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ ﷺ سے مذہبی رواداری اور برداشت کی چند ایک مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

1:۔ نصاریٰ کے ساتھ معاہدہ

رحمتِ عالم ﷺ نے اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی نجران کے نصاریٰ کے ساتھ ایک تاریخ ساز معاہدہ کیا جو کہ دیکھنے میں تو ایک معاہدہ ہے لیکن اصل میں یہ معاہدہ ایک ایسی تحریر ہے کہ جس میں دیگر مذاہب کو دیئے گئے تمام معاشرتی، قانونی، سیاسی اور مذہبی حقوق ذکر کئے گئے ہیں اور نہ صرف یہ حقوق صرف بیانی حد تک ذکر کئے گئے ہیں بلکہ ان حقوق کے ذیل میں اقلیتوں کے تمام تر حقوق کی ضمانت بھی ذکر ہوئی ہے۔ آپ ﷺ کا نجران کے عیسائی لوگوں کے ساتھ کیا جانے والا معاہدہ کئی ایک تاریخی کُتب میں موجود ہے کہ جس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1. اس معاہدے کے تحت دیگر مذاہب کے مذہبی عہدے داروں کو اسلامی ریاست معزول نہیں کر سکتی۔
2. اس معاہدے کے پیشِ نظر اقلیتوں کو اپنے عقائد و نظریات پر کاربند رہتے ہوئے زندگی گزارنے کا حق فراہم کیا گیا۔
3. اس معاہدے کے ذیل میں اقلیتوں کے مذاہب اور عقائد کو مکمل تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔

4. مذہبی رواداری کے نظریے کے تحت اقلیتوں کے تمام مذہبی راہنماؤں کی حفاظت دراصل اسلامی ریاست کی ذمہ داری شمار ہوتی ہے۔
5. اس معاہدے کے تحت ایک مسلمان مملکت میں بسنے والے تمام اقلیتی شہریوں کو اپنے اپنے مذہبی اور قانونی حقوق حاصل ہوں گے۔
6. اس معاہدے کا ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے جان، مال، عزت، ناموس اور آبرو کی تمام تر ذمہ داری اسلامی ریاست کے موجودہ حکمران کی ذمہ داری ہے۔
7. اس معاہدے کے تحت غیر مسلموں کو اپنے مذہبی عہدیداروں کے انتخاب میں مکمل آزادی دی گئی ہے۔
8. اس معاہدے کے مطابق دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے اپنے مذہبی طریقوں کے مطابق اپنی عبادات کرنے کا مکمل حق حاصل ہے۔
9. اس معاہدے میں اقلیتوں کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی ذمہ داری اسلامی حکومت کا فریضہ قرار دی گئی ہے۔[9]

2۔ عیسائی وفد کو مسجد میں عبادت کی اجازت

ایک مرتبہ نصاریٰ کا ایک وفد رحمتِ عالم ﷺ کی بارگاہ میں ایسے وقت میں داخل ہوا کہ جو وقت اُن کی عبادت کا تھا۔اُس وفد نے آپ ﷺ سے مسجد میں اپنے طریقے کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی اور انہوں نے اپنے نظریے کے مطابق مشرق کی طرف رخ کرکے اپنی عبادت انجام دی جبکہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اُس عیسائی وفد کو اس کام سے روکا جائے تو آپ ﷺ نے اُن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو منع فرمادیا۔[10]

3۔ یہودِ خیبر کے ساتھ اچھا سلوک

خیبر کے مقام پر رہنے والے یہودی قبائل دین اسلام کے سخت دشمن تھے اور اسلام اور مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف دیتے رہتے تھے اور اگر کوئی مسلمان غلطی سے خیبر کے یہود کے ہتھے چڑھ جاتا تو اُس پر ظلم و بربریت کی انتہاء کر دی جاتی تھی۔ مسلمانوں کے طرح طرح کے مصائب و آلام دینے کے ساتھ ساتھ خیبر کے یہودی (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کی بھی گستاخی کرکے آپ ﷺ کو ذہنی اذیت سے دوچار کیا کرتے تھے لیکن ان تمام تر مصائب و آلام کے باوجود بھی خیبر کی فتح کے موقع پر کچھ مسلمان یہودیوں کے مویشی کھول کر لے گئے تو اس موقع پر آپ ﷺ نے مسلمانوں کے اس عمل کو سخت ناپسند فرمایا۔ چنانچہ اس مورد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

"غزونا مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم غزوة خيبر فاسرع الناس فى حظائر يهود فامرنى ان انادى الصلوة... ثم قال ايها الناس انكم قد اسرعتهم فى حظائر يهود الا لا تحل اموال المعاهدين ابجقها" [11]

ترجمہ: "ہم غزوۂ خیبر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ لوگ (مجاہدین) جلدی میں یہود کے بندھے ہوئے جانور بھی لے گئے تو آپ ﷺ نے مجھے نماز کے لئے اذان دینے کا حکم فرمایا۔۔۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم جلدی میں یہود کے بندھے ہوئے جانور بھی لے گئے ہو۔ خبردار! سوائے حق کے غیر مسلم شہریوں کے اموال سے لینا حلال نہیں ہے"۔

یہی روایت ان الفاظ میں بھی ملتی ہے کہ:

الا وانى احرم عليكم اموال المعاهدين بغير حقها[12]

ترجمہ:۔ "خبردار! میں تم پر غیر مسلم اقلیتوں کے اموال پر ناحق قبضہ کرنا حرام کرتا ہوں"۔

پیغمبرِ رحمت ﷺ کا یہی درس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور دیگر پیروکاروں کے لئے نمونہ عمل تھا لہٰذا آپ ﷺ کی رحلت کے بعد خلفاء راشدین نے آپ ﷺ کے بتلائے ہوئے طرزِ عملکی پیروی کرتے ہوئے مذہبی رواداری اور برداشت کو منظورِ نظر رکھا اور اقلیتوں کو اُن کے تمام مطلوبہ حقوق اور اختیارات عطاء کئے۔ خلفاء راشدین کے دور میں غیر مسلموں کے مال مویشی، تجارت اور کاروبار، عبادت گاہیں اور ناموس ایسے ہی محفوظ تھی کہ جیسے اسلامی ریاست کے ایک مسلمان شہری کی محفوظ ہوتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جب بھی کسی لشکر کو کسی جنگی مہم پر روانہ کیا جاتا تو اُس لشکر کو دی جانے والی ہدایات ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں کہ:

> "خبردار! زمین میں فساد نہ پھیلانا اور احکامات کی خلاف ورزی نہ کرنا۔۔۔ کھجور کے درخت نہ کاٹنا اور نہ انہیں جلانا، چوپایوں کو ہلاک نہ کرنا اور نہ ہی پھل دار درختوں کو کاٹنا اور نہ کسی عبادت گاہ کو گرانا اور نہ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل کرنا۔ تمہیں بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جنہوں نے گرجا گھروں میں اپنے آپ کو محبوس کر رکھا ہے اور دنیا سے اُن کا کوئی تعلق نہیں ہے، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا"۔ [13]

پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ ﷺ سے عیاں ہے کہ کچھ مواقع پر آپ ﷺ مذہبی رواداری اور برداشت سے کام لیتے ہوئے مشرکین کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ جس کے آنے والے ادوار میں نہایت ہی مثبت اثرات مرتب ہوئے۔

4:۔مذہبی ہم آہنگی اور صلح حدیبیہ

حدیبیہ کے مقام پر جب کفار کے ساتھ صلح ہو رہی تھی اور صلح نامہ تحریر کیا جا رہا تھا تو بعض اوقات حالات ایسی صورت اختیار کر گئے کہ فریقین کی طرف سے جنگ کا خطرہ پیدا ہونے لگا۔ مشرکین کے سخت اور غلط لہجے کے باوجود آپ ﷺ نے ہمیشہ جوش کے بجائے اسلام کو ملنے والے فوائد اور مفادات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کچھ بہتر اور خیر کے امور کو ترک کیا جیسے کہ شرائط کے طے ہو جانے کے بعد معاہدے کی تحریر کے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے معاہدے کا آغاز "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" سے کیا لیکن کفار و مشرکین نے اس نکتے پر اعتراض کیا اور معاملہ اس حد تک بڑھ گیا کہ قریب تھا کہ معاہدہ ختم ہو جاتا تو رحمۃ للعالمین نبی ﷺ نے رواداری اور برداشت سے کام لیتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تسمیہ کے بجائے "باسمك اللهم" لکھنے کا حکم دیا اور حالات کو مزید خرابی سے بچالیا۔[14]

پھر اسی معاہدے کی تحریر کو دوران ہی جب معاہدے کے دونوں فریق کے نام لکھے جانے لگے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیغمبر اکرم ﷺ کا نامِ نامی "محمد رسول اللہ" لکھا تو مشرکین نے پھر اعتراض کیا کہ ہم آپ ﷺ کو اللہ کا رسول نہیں مانتے ہیں لہذا یہ الفاظ حذف کئے جائیں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ان الفاظ میں ردوبدل کرنا ناممکن تھا لیکن اس موقع پر بھی آپ ﷺ نے نہایت ہی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور اس معاہدہ کے دُوررس نتائج کی خاطر "محمد ابن عبد اللہ" تحریر کر دیا اور حالات کو کشیدہ ہونے سے بچالیا۔[15]

پیغمبر اکرم ﷺ کا اسوہ ہی تھا کہ جس کی بدولت سیکڑوں سال بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے دینِ اسلام کے دروازے کھلتے چلے گئے اور لوگ بڑی تعداد میں دائرہ اسلام میں داخل ہوتے گئے۔

5:۔دورِ حاضر اور سیرتِ نبوی سے استفادہ

اگر دورِ حاضر کی علاقائی اور عالمی صورتحال کو مدِّ نظر رکھا جائے تو ساری انسانیت مذہبی انتہاپسندی اور عدمِ برداشت کا شکار نظر آتی ہے۔ اِس دور کا انسان اعتدال کی راہ کو چھوڑ کر افراط و تفریط کا شکار ہو چکا ہے۔ ایسے میں کامیابی کی کوئی ایک کرن دکھائی دیتی ہے تو وہ ہے پیغمبر اکرم ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کی سیرت و سنت پر عمل پیرا ہونا۔ آنے والی بحث میں چند ایک ایسی گذارشات اور سفارشات پیش کی جائیں گی کہ جن پر عمل پیرا ہو کر امتِ مرحومہ ایک بار پھر قیادت اور امامت کے فرائض انجام دینے کی اہل بن سکتی ہے۔ سفارشات درج ذیل ہیں:

1. دورِ حاضر میں ساری امت کو چاہیئے کہ سیرت نبوی پر صدقِ دل سے عمل پیرا ہو تاکہ وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو سکے۔

2. مسلمان طلبہ کے لئے سیرت نبوی کو لازمی مضمون کے طور پر نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ ہماری نئ نسل آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد اُس پر عمل پیرا ہوسکے۔
3. سیرتِ طیبہ کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے عادلانہ ماحول کا قیام عمل میں لایا جائے۔
4. سیرتِ طیبہ کے پیشِ نظر معاشرے میں موجود افراد میں مذہبی رواداری، امن وآشتی اور محبت واخوت کو فروغ دیا جائے تاکہ آپس میں اتحاد کی فضا پیدا ہوسکے۔
5. نوجوانوں کو بالخصوص سیرتِ پیغمبر اکرم ﷺ سے روشناس کروایا جائے تاکہ وہ اس پر عمل کو اپنا دینی فریضہ سمجھ سکیں۔

ان تجاویز پر عمل کرکے ہم ایک مثالی اسلامی معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔[16]

*****

References

1. Imam Ahmad bin Hanbal, *Al-Masnad*, Vol. 9 (Qaira, Dar Ul Hadees, 1399 AD), 13.

امام احمد بن حنبل، المسند، ج9، (قاہرہ، دار الحدیث، 1399ھ)، 13۔

2. Imam Tirmaidh, *Al-Sunan*, Kitab Manaqib Rasoolullah, (Riaz, Maktab tul Maaraf lilnisher wa al-Tawazah, 1401 AH), 97.

امام ترمذی، السنن، کتاب مناقب رسول اللہ، (ریاض، مکتبۃ المعارف للنشر والتوضیع، 1401ھ)، صفحہ 97۔

3: Alphonse de Lamartine, *History of Turkey* (New York, D. Appleton & co,1855), np.

4. Imam Abu Abdullah Muhammad bin Ismail, al-Bukhari, *Sahih Al-Bukhari*, Kitab al-Bayu, (Damascus, Daar Ibn E Kaseer, 1379 AD), 317.

امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، البخاری، صحیح البخاری، کتاب البیوع، (دمشق، دار ابن کثیر، 1379ھ)، 317۔

5. Abu Dawud Sajistani, Sunan Abi Dawud, Kitab al-Bayu, Abu Dawud Sajistani, Sunan Abi Dawud, Kitab al-Bayu, (Qaira, Daar Ibn E Jozi, 1467 AH), 179.

ابو داؤد سجستانی، سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، (قاہرہ، دار ابن جوزی، 1467ھ)، 179۔

6. Muhammad Tahir Farooqi, *Iqbal aur Mohabat Rasool* (New Dehli, Islamic Book Foundation, 1996), 70.

محمد طاہر فاروقی، اقبال اور محبت رسولؐ (نئی دہلی، اسلامک بک فاونڈیشن، 1996ء)، 70۔

7. Al-Bukhari, *Sahih Al-Bukhari*, Kitab al-Marz, 491.

البخاری، صحیح البخاری، کتاب المرض، 491۔

8. Ibn-e-Kaseer, *Al-Badaiya wal-Nahaya*, Vol. 5 (Beirut, Maktab tul Maaraf, 1981.), 51.

ابنِ کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج5 (بیروت، مکتبہ المعارف، 1981ء)، 51۔

9. Dr. Tahir-ul-Qadri, *Dashat Gardi aur Fitna Khawarij* (Lahore, Minhaj Ul Quran Publications, 2010.), 199.

ڈاکٹر طاہر القادری، دہشت گردی اور فتنہ خوارج (لاہور، منہاج القرآن پبلیکیشنز، 2010ء)، 199۔

10. Muhammad Sulaiman Mansoor Puri, *Rahmat llal Alamin* Vol. 1 (Lahore, Markaz Al Harman al Islami, 1998), 182.

محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمینؐ، ج1(لاہور، مرکز الحرمین الاسلامی، 1998ء)، 182۔

11. Imam Ahmad bin Hanbal, *Al-Musnad*, Hadith: # 16362.

امام احمد بن حنبل، المسند، رقم الحدیث:16362۔

12. Ibid, Hadith: # 16362.

ایضاً، رقم الحدیث:16362۔

13. Imam Malik, *Al-Mawat*, Vol. 2 (Beirut, Dar Al Fikr, 1497 AH), P:448, Hadith: # 966.

امام مالک، المؤطا، ج2 (بیروت، دارالفکر، 1497ھ)، ص448، رقم الحدیث966۔

14. Muhammad Hussain Heikal, *Sirat al-Rasoul* (Lahore, Islami Kutub Khana, 1989), 464.

محمد حسین ہیکل، سیرۃ الرسول (لاہور، اسلامی کتب خانہ، 1989ء)، 464۔

15. Mulana Shibli Nomani, Sirat al-Nabi, Vol. 1 (Karachi, Daar Ul Ishaat, 1985), 423.

مولانا شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ، ج1 (کراچی، دار الاشاعت، 1985ء)، 423۔

16. Azma, Professor Muhammad Ilyas, "*Bahan ul Mahahb Hum Ahngi aur Serat Nabvi*" Mahnama Minhaj Al-Qur'an, Lahore, Vol. 34, Issue 9, (October 2020), 31.

اعظمی، پروفیسر محمد الیاس، "بین المذاہب ہم آہنگی اور سیرت نبوی" ماہنامہ منہاج القرآن، لاہور، جلد34، شمارہ9، (اکتوبر 2020ء)، 31